مسئلہ پوچھنے اور دین سیکھنے کے آداب سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے
مطالعہ کیجیے

آدابُ الاِستِفتاء
مسئلہ پوچھنے اور دین سیکھنے کے آداب

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

دین سیکھنے کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر جتنا بھی ادا کیا جائے کم ہے، یہ دینِ اسلام انسانیت کے لیے دنیا اور آخرت کے تمام تر فلاح وبہبود اور امن وسکون کا ضامن ہے، اس کی تعلیمات اس قدر عالمگیر اور ہمہ گیر ہے کہ جو زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں راہنمائی کرتی ہیں۔

ایمان کے بعد ایک مؤمن سے اسلام کا یہی بڑا تقاضا ہوا کرتا ہے کہ وہ عقائد، اعمال اور اخلاق سے متعلق اسلام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرلے تاکہ اپنی زندگی ان تعلیمات کے مطابق ڈھال سکے۔ جو شخص دین اسلام سے واقفیت حاصل نہیں کرتا تو ظاہر ہے کہ اس کو اسلامی تعلیمات کا نہ تو علم ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کی زندگی شریعت کے مطابق ہوسکتی ہے، بلکہ اگر وہ دین سیکھے بغیر محض اپنی سوچ کے مطابق عمل کرے گا تو اس کا عمل کیسے درست ہو سکتا ہے؟؟ کیوں کہ عمل کی درستی کی بنیاد ہی علم ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ جو دین سیکھے بغیر ہی عمل کر رہے ہوتے ہیں اور ان کو اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کتنی سنگین غلطی کر رہے ہیں!!

اس لیے دین سیکھنا مؤمن کی بڑی ذمہ داری ہے، اگر غور کیا جائے تو دین سیکھنے کے فوائد بہت سے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

دین سیکھنے کے فوائد:

- دین سیکھنا اپنی ذات میں عبادت اور عظیم الشان ثواب کا سبب ہے، اس لیے دین سیکھنے سے یہ فضیلت بھی حاصل ہو ہی جاتی ہے، جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔
- دین سیکھنے والا اسلامی عقائد ونظریات سے آگاہی حاصل کرکے گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اسی طرح سنت سے آگاہ ہو کر بدعات سے محفوظ رہ جاتا ہے۔
- روزمرہ پیش آمدہ امور سے متعلق جائز ناجائز اور حلال حرام کا علم حاصل کرنا تو فرض ہے، ظاہر ہے کہ دین سیکھنے سے ہی مؤمن اپنا یہ فریضہ انجام دے سکتا ہے۔
- دین سیکھنے سے صحیح مسائل کا علم ہو جاتا ہے، اور انسان غلطی سے محفوظ رہ سکتا ہے، ورنہ تو دین سیکھے بغیر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو ہی نہیں سکتا۔
- اسلامی اخلاق سیکھ کر انفرادی اور اجتماعی زندگی سنوار لیتا ہے۔
- دین سیکھنے سے اس کو جو صحیح عقائد، اخلاق اور مسائل معلوم ہو جاتے ہیں وہ دوسروں تک بھی پہنچا

سکتا ہے، یہ بھی بڑی فضیلت ہے کہ ایسا شخص صحیح دین کی اشاعت کر سکتا ہے۔

- دین سیکھنے والا دوسروں کی نظر میں قابلِ اعتماد ٹھہرتا ہے کہ اس کے بارے میں لوگ یہی تصور کرتے ہیں کہ جب یہ ہر عمل مستند اہلِ علم سے پوچھ پوچھ کر کرتا ہے تو اس کا عمل بھی درست ہی ہوگا لیکن اس کے برعکس جو شخص دین سیکھے بغیر ہی عمل کرتا ہے اس کے بارے میں کون اعتماد کر سکتا ہے کہ اس کا عمل درست ہوگا؟؟
- اگر فی الحال ایسا شخص کسی معاملے میں اپنے علم پر عمل کرنے میں غفلت کا مظاہرہ کر بھی لے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی عمل کی توفیق دے دے تو ایسی صورت میں جب وہ عمل کرے گا تو صحیح طور سے ہی عمل کر سکے گا کیوں کہ اس کو صحیح علم حاصل ہے۔

اس کے برعکس وہ شخص جو دین نہیں سیکھتا وہ ان تمام فضائل، فوائد اور ضروری امور سے محروم رہتا ہے اور زندگی بھر غلطی میں مبتلا رہتا ہے اور لاعلمی کی وجہ سے اس کو اپنی غلطی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ دین سیکھنے کے بہت سے فوائد بھی ہیں اور اس کی نہایت ہی ضرورت بھی۔

دین سیکھنے کا بہترین طریقہ:

ایک مسلمان کے لیے دین سیکھنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی مستند ماہر اہلِ علم کی صحبت اختیار کرکے ان سے مستقل دین سیکھنے کی کوشش کی جائے۔ جبکہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے مطابق دین سیکھنے اور پیش آمدہ مسائل سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی سعی کی جائے اور جو ضروری علم ہے اس کو حاصل کیا جائے۔

دین سیکھنے کے بھی کچھ آداب ہیں، جن کو سامنے رکھ کر دین سیکھا جائے تو درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔
- دین کی اہمیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔
- اہلِ علم کی قدردانی بھی نصیب ہوتی ہے۔
- دین سیکھنے میں سچی طلب بھی ظاہر ہوتی ہے۔

- ○ حُسن خوبی سے دین کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی متعدد دنیوی اور اخروی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔
ذیل میں دین سیکھنے کے آداب تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں تاکہ بہترین انداز سے دین سیکھا جاسکے۔

دینی مسائل پوچھنے میں نیت کیا ہونی چاہیے؟

- مسئلہ اس نیت سے پوچھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو، اللہ نے دین سیکھنے کا جو حکم دیا ہے وہ پورا ہو، دین کا علم نصیب ہو اور اس پر عمل کیا جاسکے۔
- مسائل عمل ہی کی نیت سے معلوم کرنے چاہیے، اس لیے آجکل جو مزاج بن چکا ہے کہ محض ذہنی تفریح کے لیے مسئلہ پوچھتے ہیں اور عمل کا جذبہ نہیں رکھتے تو یہ مزاج درست نہیں۔
- مسئلہ پوچھتے وقت یہ نیت بھی ہونی چاہیے کہ حق واضح ہوسکے اور مجھے شریعت کا حکم معلوم ہوسکے، آجکل بہت سے لوگوں کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جواب ہمارے مزاج اور موقف کے مطابق آنا چاہیے تب جا کر ہم مانیں گے، یاد رہے کہ یہ سوچ اتباعِ شریعت کی نہیں بلکہ نفس کی اتباع کی ہے، اس لیے نیت یہ ہونی چاہیے کہ شریعت کا جو بھی حکم سامنے آئے مجھے تسلیم کرلینا چاہیے، بھلے وہ میری سوچ کے خلاف ہو۔
- بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کوئی جواب ان کی رائے کے خلاف آئے تو پھر کسی اور جگہ سے پوچھ لیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ شریعت کی پاسداری نہیں بلکہ نفس پرستی ہے۔
- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محض اپنی تائید یا مفادات کے لیے مسئلہ نہیں پوچھنا چاہیے بلکہ حق کا اظہار مقصود ہونا چاہیے۔
- مسئلہ پوچھنے سے دوسروں کی عیب جوئی مقصود نہیں ہونی چاہیے کہ مسئلہ پوچھ کر دوسروں کے عیب ظاہر کیے جائیں۔
- مسئلہ اس مقصد کے لیے بھی نہیں پوچھنا چاہیے کہ اس کے ذریعے فتنہ اور انتشار پھیلایا جائے، دوسروں کو نیچا دکھایا جائے یا بدنام کیا جائے، یا امت میں افتراق اور اختلاف ڈالا جائے۔ مسئلہ معلوم کرتے وقت ایسے تمام مذموم مقاصد سے بچنا چاہیے۔
- کسی مفتی صاحب سے بطورِ امتحان مسئلہ نہیں پوچھنا چاہیے کیوں کہ یہ عوام کے لیے کسی طرح

مناسب نہیں اور نا ہی عوام امتحان کی اہلیت رکھتے ہیں۔

- سوال پوچھتے وقت یہ نیت نہیں ہونی چاہیے کہ مفتی صاحب میری بھی عزت کریں اور میری بھرپور رعایت کریں حتی کہ جواب دینے میں بھی میری ذات یا جماعت کی رعایت کریں، یہ سب مذموم نیتیں ہیں۔

(تفصیلات کے لیے دیکھیے: وعظ السوال، اصلاحِ انقلاب از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

مسئلہ پوچھنے کے لیے کس کا انتخاب کیا جائے؟

دین سیکھنا انتہائی نازک معاملہ ہے، اس میں جس قدر بھی احتیاط کی جائے کم ہے، اس لیے مسئلہ پوچھنے کے لیے کسی ایسے ماہر مفتی صاحب کا انتخاب کرنا چاہیے جن کے علم و عمل اور خوفِ خدا پر اعتماد واطمینان ہو، جن کو فتوی دینے میں مہارت حاصل ہو، جن کو تفقہ فی الدین کی دولت حاصل ہو، جن کا تعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ ہو۔ اس لیے یہ یاد رکھیے:

دِین سیکھنے میں نہایت ہی احتیاط کیجیے!

جلیل القدر تابعی امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ.

(صحیح مسلم مقدمہ روایت:26)

ترجمہ: یہ علم، دین ہے، اس لیے تحقیق کر لیا کرو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔

معلوم ہوا کہ کسی کا بیان سننے، کسی سے مسئلہ پوچھنے اور دینی تعلیمات حاصل کرنے سے پہلے اس کے عقائد و نظریات کی درستی اور علم و عمل کی پختگی سے متعلق اطمینان کر لینا چاہیے کیوں کہ بات تبھی معتبر ہو سکتی ہے جب شخصیت معتبر ہوتی ہے۔

اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ دینی مسائل ہر ایک سے نہیں پوچھنے چاہیے، آجکل لوگ مسئلہ پوچھتے وقت بالکل ہی احتیاط نہیں کرتے، یہ نہیں دیکھتے کہ جن سے مسئلہ پوچھا جا رہا ہے وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یا نہیں، مفتی ہے بھی یا نہیں، پھر اس کو فقہ اور فتویٰ میں مہارت ہے بھی یا نہیں، فتویٰ

دینے میں احتیاط کرتا بھی ہے یا نہیں، بلکہ ہر ایک سے پوچھ لیتے ہیں جو کہ سنگین غلطی ہے، بلکہ دین کو اہمیت نہ دینے کی دلیل ہے، یاد رہے کہ اگر لوگ دین سیکھنے میں احتیاط سے کام لیں تو صحیح دین ہی پھیلے گا اور غلط مسائل خود بخود ختم ہوتے جائیں گے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جب ہم دنیوی معاملات میں ماہرین ہی سے راہنمائی لیتے ہیں، صحت خراب ہوجائے تو اچھے سے اچھے اور کسی ماہر سے علاج کرانے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ اگر ایسا ڈاکٹر علاقے میں میسر نہ ہو تو اس کے لیے دور دراز کا سفر بھی کرتے ہیں، جب دنیوی امور میں ماہرین کی اہمیت کا یہ عالم ہے تو پھر دین میں ماہرین سے مسئلہ پوچھنے کی اہمیت اس سے بھی بڑھ کر ہونی چاہیے۔ اور اس سے بڑھ کر افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے مطلب اور مفاد کے حصول کے لیے بھی کسی غیر ماہر سے بھی مسئلہ پوچھ لیتے ہیں تاکہ اپنے فائدے کا جواب آئے، ظاہر ہے کہ یہ انتہائی غیر اخلاقی اور غیر شرعی حرکت ہے، جو کہ واضح طور پر اتباعِ ہوی یعنی نفس پرستی ہے۔
(تفصیلات کے لیے دیکھیے: وعظ: جلاء القلوب از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

ایک ہی مسئلہ متعدد اہلِ علم سے پوچھنے کا حکم:

کسی شدید مجبوری کے بغیر ایک ہی مسئلہ ایک سے زائد مفتیان کرام سے نہیں پوچھنا چاہیے بلکہ کسی ماہر مستند مفتی صاحب کو منتخب کرکے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے انہی سے مسائل پوچھنے چاہییں، کیوں کہ ایک ہی مسئلہ متعدد مفتیان کرام سے پوچھنے کی صورت میں درج ذیل مفاسد سامنے آتے ہیں:

- اس کی وجہ سے بسا اوقات اتباعِ ہویٰ یعنی نفس پرستی کی نیت سامنے آتی ہے کہ ایک سے زائد مفتیان کرام سے مسئلہ پوچھنے کی وجہ یہ ہوتی ہے جہاں سے مطلب کے مطابق جواب ملے تو اسی کو لے لیا جائے، ظاہر ہے کہ اس کو دین تو نہیں کہا جاسکتا۔
- بسا اوقات ان مفتیان کرام کے جوابات میں باہمی اختلاف سامنے آجاتا ہے جس کی وجہ سے پوچھنے والا عام شخص انتشار کا شکار ہوجاتا ہے کہ وہ کس کی بات کو لے اور کس کی بات کو چھوڑ دے۔ اگر وہ کسی ایک کی بات کو لے گا بھی تو اس پر سوال یہ بنتا ہے کہ یہ کس دلیل کی بنیاد پر وہ ایسا کر سکتا ہے؟؟ کیوں کہ اس کے پاس تو کوئی علم ہے نہیں!! تو گویا بات اسی اعتماد ہی پر آتی ہے کہ جس پر اعتماد ہو اسی سے پوچھنا چاہیے، اس لیے شروع ہی سے قابلِ اعتماد حضرات سے پوچھ لیا جائے تو پھر

پریشانی نہیں ہو گی۔

- آجکل بعض لوگ ایک ہی مسئلے سے متعلق کوئی پیغام بنا کر یا خط لکھ کر متعدد مفتی صاحبان کو بھیج دیتے کہ کہیں سے تو کوئی جواب آجائے گا، اس میں یہ نہیں دیکھتے کہ جن حضرات کو بھیجا جا رہا ہے ان میں سے ہر ایک مسئلہ پوچھنے کا اہل ہے بھی یا نہیں، اور ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے بھی یا نہیں، اور اگر جواب میں باہمی اختلاف ہو جائے تو اس کا حل کیا ہو گا؟؟ بلکہ جان چھڑانے کے لیے تحقیق کیے بغیر سوال بھیج دیتے ہیں، ظاہر کہ یہ سنگین غلطی ہے۔ اور پھر یہی لوگ یہ تک کہہ دیتے ہیں کہ آخر وہ بھی تو عالم ہے، حالاں کہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے محض مروجہ عالم ہونا کافی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ کسی مفتی صاحب کی مہارت اور علمی و عملی پختگی کے باعث ان کو مسئلہ پوچھنے کے لیے منتخب کر لیا جائے۔

(وعظ السوال، اصلاح انقلاب، اشرف الجواب از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

اہلِ علم کے مابین اختلاف کی صورت میں کس کی بات پر عمل کیا جائے؟

جب کسی معاملے میں اہلِ علم کا اختلاف سامنے آئے تو ایسی صورت میں اپنی آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے ان میں سے جس کے علم و عمل، تقویٰ اور دین میں مہارت پر زیادہ اعتماد ہو اسی کی بات پر عمل کریں، لیکن دیگر اہل علم کو بُرا نہ کہیں اور نا ہی ان کی توہین اور استہزا کریں۔

(معارف القرآن سورۃ الانعام 366/3)

سوال کیسا ہونا چاہیے؟

- سوال کی خوبی یہ ہے کہ وہ فائدہ مند اور اہم ہو، جو سوال فائدہ مند اور اہم نہ ہو تو اس کی خوبی یہی ہے کہ اسے نہ پوچھا جائے۔
- سوال ان امور سے متعلق پوچھنا چاہیے جن کا تعلق عقائد، اخلاقیات یا اعمال کے ساتھ ہوں، اس کے علاوہ غیر ضروری سوالات نہیں کرنے چاہیے، کیوں کہ ضروری علم سے غافل ہو کر غیر اہم سوال کرنا کسی طرح عقلمندی نہیں ہو سکتی، خصوصًا جو شخص اپنے ضروری دین سیکھنے سے غافل ہو تو اس کے لیے ایسے غیر ضروری باتیں ہر گز مناسب نہیں۔

(معارف القرآن سورۃ المائدہ 245/3، وعظ السوال از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

- ایسے اختلافی اور فرقہ وارانہ مسائل جن کا کوئی فائدہ نہ ہو تو وہ نہ پوچھے جائیں، آجکل ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے دین کا جو علم سیکھنا ضروری ہے اس سے تو غفلت برتی جاتی ہے لیکن انتشار اور افتراق کے لیے غیر ضروری فرقہ وارانہ مسائل پوچھے جاتے ہیں۔
- فرضی سوالات نہیں پوچھنے چاہیے کہ ویسے ہی کوئی بے بنیاد بات بنالی اور اس کے بارے میں سوال کرلیا، بلکہ حقیقت پر مبنی اہم مسائل ہی پوچھنے چاہیے۔
- کسی شخص کو مخصوص کرکے اس کی بنسبت مسئلہ نہ پوچھا جائے کہ فلاں شخص نے جیسے بال رکھے ہیں اس طرح بال رکھنا کیسا ہے؟ بلکہ وہ مسئلہ مستقل طور پر پوچھنا چاہیے۔
- اپنی ہی ضرورت کا مسئلہ پوچھنا چاہیے، اپنے ضروری مسائل چھوڑ کر بلا ضرورت دوسروں کے مسائل پوچھتے رہنا کہ لوگ ایسا کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ یا فلاں دو فریقین کا جھگڑا ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟ وغیرہ، ظاہر ہے کہ یہ مناسب نہیں، کیوں کہ جن کا مسئلہ ہے وہ تو پوچھ ہی نہیں رہے اور جن کا مسئلہ نہیں ان کو بڑی فکر لگی ہوئی ہے، اس لیے ہر بندہ پہلے اپنی ضرورت کا دین سیکھ لے تو یہ مناسب ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت ۲۷،۲۶: ۱، ذم المکروہات از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

مسئلہ پوچھتے وقت سوال واضح ہونا چاہیے:

- مسئلہ پوچھتے وقت معاملے کی تمام تر تفصیلات بیان کردینی چاہیے کہ کوئی بھی اہم پہلو مخفی نہ رہے کیوں کہ جب تک مسئلے کے تمام تر پہلو سامنے نہ آجائیں اس وقت تک ٹھیک طرح جواب نہیں دیا جاسکتا۔ (وعظ السوال از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)
- مسئلہ پوچھتے وقت یہ بھی یاد رہے کہ مکمل امانت و دیانت کے ساتھ معاملے کی صحیح صورتحال واضح کردینی چاہیے، اپنے مفاد کی خاطر بعض اہم باتیں ظاہر نہ کرنا دین کے سراسر خلاف ہے۔
- ایک ضروری بات یہ بھی ذہن نشین کرلی جائے کہ سوال میں غیر ضروری اور غیر متعلقہ باتیں بیان نہیں کرنی چاہیے بلکہ جن امور کا تعلق مسئلے کے ساتھ ہوں صرف وہی بیان کریں، بعض لوگ غیر ضروری یا غیر متعلقہ باتیں بھی بیان کردیتے ہیں جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات اہم پہلو بیان کرنے سے رہ جاتے ہیں اور دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات یہ معلوم

ہونا مشکل ہو جاتا ہے کہ سائل کے پوچھنے کا مقصد کیا ہے، اور تیسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وقت بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

- حتی الامکان اپنا مسئلہ اپنی طرف منسوب کر کے پوچھنا چاہیے، یہ جو آجکل رواج ہو چکا ہے کہ مسئلہ پوچھتے وقت یہ کہہ دیتے ہیں کہ ’’بعض لوگ کہتے ہیں کہ‘‘ تو یہ اچھا نہیں کیوں کہ دین سیکھنے میں شرم کی کوئی ضرورت ہی نہیں کہ اپنی طرف مسئلہ منسوب کرتے ہوئے شرم محسوس کی جائے، دوسری بات یہ ہے کہ مسئلہ پوچھنا تو ہر ایک کی ضرورت ہے، اس میں اپنے بجائے کسی اور کی طرف منسوب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ مسئلہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے سے اگر نیت یہ ہو کہ اگر اپنی طرف منسوب کیا تو لوگ میری طرف لاعلمی کی نسبت کریں گے کہ اس کو مسئلے کا بھی علم نہیں ہے تو یہ سوچ ہی مذموم ہے۔ البتہ ضرورت کے موقع پر عمومی سوال کرنے میں حرج نہیں۔
- تحریری طور پر سوال پوچھتے وقت صاف اور واضح انداز سے لکھنا چاہیے تاکہ پڑھنے میں دشواری نہ ہو۔
- سوال میں کوشش یہی ہونی چاہیے کہ جو صورت یا واقعہ پیش آیا ہے وہ بیان کر کے اس سے متعلق مسئلہ پوچھ لیا جائے تاکہ جواب بخوبی سمجھ آسکے۔ بعض لوگ کسی واقعے سے متعلق سوال میں اصول پوچھ لیتے ہیں، حالاں کہ یہ مناسب نہیں۔ کیوں کہ اوّل تو اصول کو سمجھنا بھی ہر ایک کے بس کا کام نہیں، اور اگر سمجھ بھی لیا جائے تو اس کو اپنے مسئلے پر چسپاں کرنا بھی عوام کے لیے مشکل ہے، اس لیے اصول و قواعد کی بجائے جزئیات اور پیش آمدہ صورتوں سے متعلق سوال پوچھنا چاہیے۔ بطورِ مثال سمجھیے کہ ایک شخص اس ناکارہ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ جو مسلمان کلمہ کفر کہہ کر دائرہ اسلام سے نکل جائے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ بندہ کو خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جو اصولی بات معلوم کر رہا ہے تو اس کے پسِ منظر میں کوئی واقعہ ہو اور پھر یہ میرا جواب اسی واقعے پر منطبق کر دے، حالاں کہ اس جواب کا اصولی مسئلے سے کوئی تعلق ہی نہیں، خصوصاً کفر و اسلام کا معاملہ تو ویسے بھی سنگین ہے۔ تو بندہ نے اس سائل سے پوچھ ہی لیا کہ اس سوال کا پسِ منظر بتائیں، جب انھوں نے پسِ منظر بتایا تو معلوم ہوا کہ سائل بہت بڑی غلطی کا شکار ہے، اور جن الفاظ کو وہ کلماتِ کفر سمجھ بیٹھا ہے وہ غیر محتاط ضرور ہیں لیکن کفر نہیں، تو بندہ نے اس سائل

کو تنبیہ کی اور یہ بھی کہا آپ میرے اصولی جواب کو ان کے سامنے نقل کر کے کہتے کہ مفتی صاحب نے تجدیدِ ایمان و نکاح کا کہا ہے، حالاں کہ میرا جواب اس متعلقہ شخص کے بارے میں تھا ہی نہیں۔ تو اس سے اس سائل کو تنبیہ ہوئی۔

مفتی سے متعلق آداب:

- مسئلہ پوچھتے وقت مفتی صاحب کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا چاہیے۔
- اپنی گفتگو، حرکات وسکنات کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔
- جن مفتی صاحب پر اعتماد کر کے مسئلہ پوچھیں تو ان سے بحث ومباحثہ سے پرہیز کرنا چاہیے، البتہ سلیقے سے اپنا معقول شبہ پیش کرنے میں حرج نہیں۔
- اگر کوئی جواب سمجھ نہ آئے تو اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ تہذیب کے ساتھ مناسب انداز دوبارہ پوچھ لینا چاہیے۔
- بعض لوگ سوال پوچھتے وقت مفتی صاحب سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ آپ ذرا یہ مسئلہ دیکھ لیں، تعجب ہے کہ یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟؟
- بعض لوگ مفتی صاحبان سے دین تو نہیں سیکھتے بلکہ صرف عملیات ووظائف ہی پوچھتے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ واضح غلطی ہے کیوں کہ اہلِ علم صرف انہی کاموں کے لیے نہیں۔
- جب مفتی صاحب کسی سوال کا جواب دے دیں تو اس کے بعد بلاوجہ یہ کہنا مناسب نہیں کہ یہ جواب میرے بھی ذہن میں تھا۔
- سوال کے جواب میں اگر مفتی صاحب لاعلمی کا اظہار کرے یا کسی سوال کا جواب دینا مناسب نہ سمجھے تو ان کے خلاف بدگمانی یا پروپیگنڈہ کرنا ہرگز درست نہیں۔
- اگر سائل کے سوال کا جواب اس کے فہم سے عالی ہو اور مفتی صاحب جواب نہ دینا چاہیں تو ان سے بحث نہیں کرنی چاہیے اور نا ہی ان پر زبردستی کرنی چاہیے کیوں ہر بات کا جواب ہر ایک کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔
- اگر کوئی مفتی یا عالم کم عمر ہو تو ان کی محض کم عمری کے باعث مسئلہ پوچھنے میں شرم نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس پر تو رشک آنا چاہیے اور خوشی بھی ہونی چاہیے کہ دین سیکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے

کسی مفتی صاحب سے استفادے کا موقع فراہم کیا ہے۔

مسئلہ کب پوچھا جائے؟

- مسئلہ ایسے وقت پوچھا جائے جب مفتی صاحب اطمینان و سکون کی کیفیت میں ہو اور مکمل توجہ دے سکتے ہوں تاکہ بھرپور توجہ اور تسلی سے جواب دیا جاسکے، اس سے معلوم ہوا کہ راستہ چلتے ہوئے یا مصروفیت میں یا اس طرح کی دیگر غیر اطمینانی کیفیت میں مسئلہ نہیں پوچھنا چاہیے کیوں کہ ذہنی انتشار کے باعث ٹھیک طرح جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔
- مناسب موقع محل کو دیکھ کر ہی مسئلہ پوچھنا چاہیے، بے موقع مسئلہ پوچھنا مناسب نہیں، اسی طرح کھانے کی دوران یا کسی تفریحی محفل میں باریک مسائل پوچھنا بہتر نہیں کیوں کہ اس سے ہاضمہ بھی متاثر ہوتا ہے، اور تفریح کا وقت ایک بوجھ بن جاتا ہے جس کا اثر صحت پر پڑتا ہے۔
- مسئلہ پوچھتے وقت مفتی صاحب کے آرام و راحت کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔

(حسن العزیز، الافاضات الیومیہ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

مسائل پوچھنے سے متعلق ایک المیہ:

بعض لوگ مسئلہ پوچھنے کے لیے تو باقاعدہ وقت نہیں نکالتے ہیں کہ اپنے شب و روز کے اوقات میں سے ایک وقت دین سیکھنے کے لیے نکالا جائے، لیکن ہوتا یوں ہے کہ جب مفتی صاحب اچانک کسی راستے میں، بس میں یا کہیں اور مل گئے تو مسئلہ پوچھ لیتے ہیں، اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ وقت مسئلہ پوچھنے کا ہے بھی یا نہیں، مفتی صاحب کو کسی کام کے سلسلے میں فوری پہنچنا ہے بھی یا نہیں، بلکہ اپنا کام نکالنے کی فکر میں ہوتے ہیں کہ بس جو بھی ہو انھیں اپنے مسئلے کا جواب مل جائے، یاد رہے کہ یہ دین کو اہمیت نہ دینے کی دلیل ہے، اس لیے موقع محل کو دیکھ کر اور باقاعدہ وقت نکال کر مسئلہ پوچھا جائے۔

سوال میں کسی اور کے نامناسب تذکرے کا حکم:

اول تو کوشش یہی کی جائے کہ سوال میں کسی کا نامناسب تذکرہ نہ ہو، لیکن اگر کسی دوسرے کا ذکر کرنا ضروری ہو اور اصل نام ظاہر کرنے کے سوا چارہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کی اجازت ہے البتہ اس میں چند باتوں کا خیال رکھا جائے:

- اس شخص کا تذکرہ ضرورت کی حد تک کیا جائے، بلاضرورت اس کا تذکرہ کرنا درست نہیں۔
- تذکرہ کرتے وقت الفاظ بھی مناسب لائے جائیں اور تہذیب کا مظاہرہ کیا جائے۔ اور ذاتی غیظ وغضب کو بالائے طاق رکھ کر مسئلہ پوچھا جائے۔
- اس شخص سے متعلق جو بھی بات کی جائے وہ حقیقت اور صداقت پر مبنی ہو، اس لیے بہتان تراشی سے مکمل پرہیز کیا جائے۔
- اس میں نیت اس کی بدنامی یا غیبت کی نہ ہو بلکہ صرف شرعی تقاضے کو مدّنظر رکھا جائے۔

ان باتوں کی رعایت کرنے سے یہ تذکرہ شریعت کے دائرے میں رہے گا، ورنہ تو معاملہ غیبت بلکہ بہتان تراشی تک پہنچ سکتا ہے۔

مسئلے کی دلیل یا حوالہ پوچھنا:

ایک عام آدمی کو کوشش یہی کرنی چاہیے کہ اہلِ علم سے بلا ضرورت مسئلے کی دلیل نہ پوچھی جائے کیوں کہ جب آپ نے ان پر اعتماد کر کے مسئلہ پوچھا ہے تو پھر بلاوجہ دلیل طلب کرنا مناسب نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ بات اعتماد پر ہی آ کے ٹھہرتی ہے۔

(اصلاح انقلاب از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

بیک وقت کتنے سوالات کیے جائیں؟

- ایک ہی وقت میں اتنے ہی سوالات پوچھے جائیں جن کو اچھی طرح سمجھا جا سکے اور مفتی صاحب پر بوجھ بھی نہ آئے۔
- اسی طرح جب تک ایک سوال کا جواب مکمل نہ ہوا ہو تو دوسرا نہ پوچھا جائے۔
- بعض لوگ کسی مفتی صاحب سے کسی ایک مسئلے کے لیے وقت لے لیتے ہیں، پھر سوال پہ سوال

کیے جاتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ مفتی صاحب کی دیگر مصروفیات ہیں بھی یا نہیں، ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر ان سے اجازت لے لینی چاہیے۔

مفتی اپنی طرف سے دین بیان نہیں کرتا:

یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ مفتی اپنی طرف سے دین بیان نہیں کرتا بلکہ وہ قرآن وسنت اور شرعی دلائل پر مبنی بات کرتا ہے، بعض لوگ خصوصاً سنگین معاملات میں جب مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں تو اپنے مفاد کے خلاف جواب آنے پر ان کے خلاف پروپیگنڈے اور ان کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں حتی کہ ان کو ایذا پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سراسر شریعت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے اور پھر مفتی صاحب اس کے سوال کے جواب میں کہہ دے کہ تین طلاق واقع ہو چکی ہیں، تو وہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا گھر اس مفتی کی وجہ سے اجڑ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کس قدر غلط بات ہے کیوں کہ مفتی اپنی طرف سے تو دین بیان نہیں کرتا۔

جواب طلب کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے:

مسئلے کا جواب طلب کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اطمینان کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیوں کہ اہل علم کی دیگر کثیر الجہتی مصروفیات بھی ہوتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کسی مسئلے کا جواب دینا نہایت ہی مشکل اور ذمہ داری والا معاملہ ہے، اس میں ذرا سی بے احتیاطی آخرت میں پکڑ کا باعث بن سکتی ہے، اس لیے کسی مفتی کے لیے کسی مسئلے کا جواب دینے میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہوا کرتی ہے، پھر بسا اوقات مسائل تحقیق طلب بھی ہوتے ہیں جن کی تحقیق میں دن، ہفتے بلکہ مہینے بھی صرف ہو جاتے ہیں، کیوں کہ دینی معاملات میں تحقیق کیے بغیر اپنی طرف سے جواب دینا بڑا جُرم ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جواب دینا آسان معاملہ ہے، بھئی آخرت میں اس کا بھی جواب دینا ہو گا۔ حضرات اکابر بھی بسا اوقات ہفتے بلکہ مہینے صرف فرما دیتے ہیں مسئلے کی تحقیق میں۔ اس لیے جب کسی مفتی سے مسئلہ پوچھیں تو جواب میں جلد بازی سے کام لینا اچھا عمل نہیں بلکہ جواب ملنے تک اطمینان کا مظاہرہ کریں۔۔۔ اللہ تعالی صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

(الافاضات الیومیہ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

جواب دینے میں مفتی سے غلطی ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

- انسان ہونے کے ناطے غلطی ہو جانا کوئی عیب نہیں بلکہ یہ بشری تقاضوں کے عین مطابق ہے، اس لیے اہل علم سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں، تو اگر جواب دینے میں مفتی صاحب کی غلطی سامنے آجائے تو اچھے انداز میں ادب کی رعایت کرتے ہوئے ان کو آگاہ کر دینا چاہیے، اس میں بھی تہذیب کا لحاظ رکھنا چاہیے، اگر خود ہمت نہ ہو تو کسی عالم یا مفتی کے ذریعے ان تک بات پہنچائی جائے۔
- غلطی ہو جانے کی صورت میں مفتی صاحب کے رجوع کا انتظار کرنا چاہیے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ محض غلطی ہو جانے کی بنیاد پر ان سے بدگمان ہو جانا یا یا ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا جائز نہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

کیا علم نہ ہونے کی صورت میں آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا؟؟

بعض لوگ اس وجہ سے مسئلہ نہیں پوچھتے کہ اگر پوچھ لیا تو پھر عمل کرنا پڑے گا، اس لیے پوچھو ہی نہ تاکہ جب علم نہ ہوگا تو ہماری پکڑ بھی نہ ہوگی، حالاں کہ یہ واضح غلطی ہے کیوں کہ دین نہ سیکھنا بذاتِ خود بڑا جرم ہے کیوں کہ پوچھ کر عمل نہ کرنے والا ایک جرم کا مرتکب ہے جبکہ جو شخص نہ ہو چھتا ہو اور نہ عمل کرتا ہو تو وہ دو جرائم کا مرتکب ہے۔ اور دین سیکھنے کے فوائد اور اہمیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔

دین سیکھنے کے متفرق آداب:

- مسئلہ پوچھنے میں شرم نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ یہ شرم اللہ کو ناپسند ہے جو کہ دین سیکھنے سے روک دے۔

  سوال پوچھتے ہوئے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ کھلے دل سے مسئلہ پوچھنا چاہیے۔
- مسئلہ پوچھتے وقت مفتی صاحب کو اپنے مفادات کی خاطر کوئی ہدیہ دینا انتہائی مذموم حرکت ہے۔
- بعض لوگ محض ذاتیات کی بنیاد پر کسی ماہر مفتی سے مسائل نہیں پوچھتے، ظاہر ہے کہ یہ بات دینی مزاج کے خلاف ہے۔ اسی طرح کسی اچھے ماہر اور مستند مفتی سے اس وجہ سے بھی نہیں پوچھتے کہ وہ ان کی جماعت، تنظیم اور پارٹی میں شامل نہیں، ظاہر ہے کہ یہ تعصب ہی پر مبنی بات ہے۔

- مسئلے کا جواب جس طرح بتایا جائے تو اسی طرح آگے نقل کرنا چاہیے، اس میں اپنی طرف سے رد وبدل کرنا
- ہر گز درست نہیں حتی کہ الفاظ بھی حتی الامکان اسی طرح نقل کرنے چاہیے کیوں کہ الفاظ کے ردوبدل سے عین ممکن ہے کہ مفہوم اور مقصد ہی بدل جائے خصوصًا فتوے کے الفاظ بڑے ہی نپے تلے ہوتے ہیں۔

تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

آداب الفتویٰ والمفتی والمستفتی از امام نووی رحمہ اللہ۔

اصول الافتاء آدابہ از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔

ملفوظاتِ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

مواعظِ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

مبین الرحمٰن

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

ربیع الثانی 1440ھ / دسمبر 2018

03362579499